

پروفیسر شافع قدوالی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یوپی

نیا ترسیلی بیانیہ اور اردو صحافت

نئی صارف اساس اطلاعاتی تکنالوژی کے حوالے سے مرتب اور متشکل ہونے والی اکیسویں صدی کو متعدد متعین امتیازات کے باعث مابعد صداقت اور قومیت (Post-truth and Nation) متعین امتیازات کے باعث مابعد صداقت اور قومیت (Post-truth and Nation) (Century) عہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس عہد کا اہم ترین شناس نامہ موبائل فون اور انٹرنیٹ کا پیغم استعمال ہے جس کا اساس اصلاً بولے ہوئے لفظ (Spoken Word) پر قائم ہے اور سمیت دیگر ذرائع تریل میں Spoken Word کی ہمہ گیر بالادستی کے پیش نظر اب Chatting رسم الخط کی حاکیت کے خاتمے (End of tyranny of script) کے تصور کو بھی فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اس تعبیر آشنا اور فتوحات اور کامرانیوں کے نئے امکانات کی مسلسل آبیاری کرنے والی کائنات اب کسی نجات کوش فلسفہ (Emancipatory Philosophy) یا خوش آئند نظریہ حیات یا وسیع تر سیاسی سیاق کو محیط منظم کو شش یا سانی یا ثقافتی آرزومندیوں کو بروئے کار لانے والی حکمت عملی کو قبول نہیں کرتی بلکہ انسان اور دیگر نوامیں فطرت کے باہمی ارتباٹ کی نوعیت اور انسان کے پر چچ اور سنگین خارجی مسائل اور اس کے وجودی سروکاروں اور حسیاتی اور جمالیاتی منطقوں کی شیرازہ بندی اور ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک ہمہ جہت تریلی بیانیہ کی تشکیل کرتی ہے جو انسان کے جملہ مسائل کو بیک وقت مرکز نگاہ بناتا ہے اور ان کے ازالہ کا مکالمہ قائم کرتا ہے۔ ذرائع ابلاغ اور عمل تریل اب کسی شے کے حصول کا ذریعہ

نہیں بلکہ فی نفس End ہو گئے ہیں۔ حسن و قبح اور رد و قبول کا عمل کسی مذہبی، مابعدالطبیعیاتی، سیاسی اور سماجی احکام کا پابند نہیں بلکہ معاشرے کا حاوی ڈسکورس (Dominant Discourse) ذرائع ابلاغ ایک ایسے ترسیلی بیانیہ کے حوالے سے قائم کرتے ہیں کہ اس کی اثر پذیری سے زندگی کا کوئی گوشہ نہیں بچ پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاصر معاشرہ کو Spectacle Society یا معاشرہ معاشرہ بھی کہا جاتا ہے۔ خرید و فروخت کی سرگرمیوں سے قطع نظر جذبوں کے اظہار اور عقیدے سے متعلق رسومیات بشمول مذہبی تقریبات اور تہواروں کے انعقاد اور ان کی تاریخوں کا تعین بھی ذرائع ترسیل کرتے ہیں۔ محبت کے جذبے کی نوعیت اور اس کے اظہار کی تاریخ کا تعین انسانی تاریخ میں ہمیشہ مذاہب یا معاشرتی رسومیات کی رو سے کیا جاتا رہا ہے۔ کرسمس، دیوالی، ہولی اور عید وغیرہ کی مثالیں سامنے کی ہیں۔ اسی طرح زندگی کے مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجمام دینے والوں کو یوم پیدائش یا یوم وفات یا پھر کسی قومی مملکت (Nation State) کی تاریخ میں کسی اہم دن پر تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ مگر بازار اساس معاشرہ، جن کے پاس خریدنے اور بیچنے کی طاقت کے علاوہ کوئی اور قوت نہیں ہے، اب ذرائع ابلاغ کے توسط سے انسان کے معتقدات اور جذبات کو بھی کیش کرنے پر قادر ہو گیا ہے۔ ماں سے یا باپ سے محبت کا اظہار کسی بھی دن کیا جا سکتا ہے مگر اسے ایک مخصوص دن سے وابستہ کر کے اور کارڈ کی صورت میں اس رسم کی ادائیگی کو قابل قبول بنادینا اسی روشن کاغذ ہے۔ اسی طرح جنس مخالف سے محبت کے اظہار کو 14 فروری کو Valentine's Day سے مربوط کر دینا وغیرہ اس نوع کی اہم مثالیں ہیں۔ فنون لطیفہ اور کلچر کے اعلیٰ تر نمونوں کے بجائے اس کی مقبول عام اور پست سطح کو فرود غدینا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

نیا ترسیلی بیانیہ، جس کے محور پر سمعی و بصری ذرائع ابلاغ کے علاوہ اخبار اور جرائد بھی گردش کرتے ہیں، محض خارجی حقائق اور واقعات کو مرکز نگاہ نہیں بناتا یا حقیقت کی عکاسی نہیں کرتا بلکہ حقیقت کی خود تشکیل کرتا ہے اور پھر زبانِ تصاویر اور متحرک ایمجیز کے توسط سے یہ باور کراتا ہے کہ اصل حقیقت یہی ہے۔ کاشتکاروں کی

خود کشی کے واقعات کو نظر انداز کر کے قارئین یا ناظرین اور سامعین کو بتایا جاتا ہے کہ نمبر ایک سلمان خان ہے یا شاہ رخ یا بگ بس کے گھر میں گزشتہ شب کیا ہوا۔ یہی سب سے اہم واقعہ ہے اور قارئین کی تمام تر دلچسپی کا مرکز اسی نوع کے واقعات ہیں۔

نیا تر سیلی بیانیہ اطلاع رسانی، ذہن سازی اور انبساط آفرینی سے بیک وقت کسب فیض کرنے کے بجائے اب محض Infotainment Model کو پیش نگاہ کرتا ہے یعنی اطلاع کی ترسیل میں بھی تفریخ رسانی کے نت نئے امکانات کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ ہر خبر ایک روزہ کرکٹ میچ کی سنسنی خیزی کے ساتھ پیش کی جاتی ہے اور اب خبر اور رائے کا فرق بھی تقریباً معدوم ہو گیا ہے۔ اخبار کی سوچی سمجھی رائے کا اظہار اداریہ میں ہوتا تھا مگر اب اہم خبروں کے ساتھ رائے کا بھی بر ملا اظہار کر دیا جاتا ہے۔ ٹائمس آف انڈیا نے بعض اہم خبروں کے آخر میں ٹائمس آف انڈیا کی رائے (Times of India's Views) کے عنوان سے خبر پر رائے زنی کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اس طرح اداریہ کی مرکزیت اور اس کے تقدس کے تصور کو بھی تہہ وبالا (Subvert) کر دیا گیا ہے۔ ٹیلی ویژن میں ظاہر ہے کہ اداریہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، لہذا اہم موضوعات پر مذاکرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ہر ٹی وی اینکر (Anchor) کی کوشش ہوتی ہے کہ معروضی اور سنجیدہ بحث کے بجائے مجادلہ کی سی صورت (Fight like situation) پیدا کر دی جائے تاکہ انسان کی خلقی کج روی (Wickedness) اس نوع کی سرگرمیوں سے بطور خاص محظوظ ہوتی رہے۔ بگ بس (Big Boss) کی مقبولیت کا اصل سبب یہی ہے۔

نیا تر سیلی بیانیہ سنجیدہ اور باخبر (Informed) قاری /سامع /ناظر کے بجائے انسانی درد مندی سے عاری تماش بین کو وجود میں لارہا ہے جس کے نزدیک ائتلاف انسانی سے ہمیں زیادہ اہم ادراکار کی ذات ہے۔ یہی سبب ہے کہ کار سے کچل کر جاں بحق ہونے والے مزدوروں کے ملزم کو جب بری کیا گیا تو اس کا جشن ڈھول

تاشے کے ساتھ سڑکوں پر منایا گیا۔ انسانی بے حسی کے ایسے مناظرات عام ہو گئے ہیں۔ ترسیل کی نئی حکمت عملی دراصل زبان کے تعلیمی کردار کو پیش نگاہ رکھتی ہے اور خبروں کی پیش کش کے طریقوں پر تقریر (Speech Act) کے ساتھ لرزائ نظر آتے ہیں۔ بولچال کے الفاظ کے پیہم استعمال سے تحریر میں بھی گفتگو کی سی بر جستگی پیدا کر دی جاتی ہے اور الفاظ کی صحت یا ان کے صحیح تلفظ پر توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ جو عوامی سطح پر راجح ہے وہی صحیح بھی ہے۔ نیا ترسیلی بیانیہ زبان کے تینیں اسی نقطہ نظر کا مودہ ہے۔

نیا تر سیلی بیانیہ ماضی کے برخلاف ترسیل کے بڑی حد تک یک طرفہ ہونے کا قائل نہیں ہے۔ اب ترسیل کا بہاؤ لازماً مأخذ سے وصول کنندہ تک نہیں ہوتا بلکہ اکثر یہ ترتیب معکوس صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔ نیا بیانیہ زیادہ Participatory یا قاری/ناظر/سامع اساس ہو گیا ہے۔ اخباروں میں تو مراسلہ کے کالم کی روایت زمانہ قدیم سے قائم ہے مگر اب ٹی وی میں ناظر اپنے ویڈیو بھی بھیج سکتے ہیں۔ اسی طرح اب Citizen Journalism کا نیادور شروع ہوا ہے۔ مختلف ٹی وی چینلوں نے سو شل میڈیا مثلاً یو ٹیوب، فیس بک اور ٹوئٹر جن کی نوعیت تعاملی (Interactive) ہے، کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ناظر کی مرسلہ خبروں اور پورٹوں کو نشر کرنا شروع کیا ہے۔

انسان کی جملہ ضروریات اور اس کی حسی و جذبائی تسلیکین کو اولین ترجیح دینا نئے تر سیلی بیانیہ کامابہ الاتیاز عنصر ہے۔ ٹی وی سے قطع نظر اگر م Hispan اخبارات کو مرکز نگاہ بنایا جائے تو یہ منکشف ہو گا کہ اب Hispan اداریہ یا مضامین کے توسط سے کسی موضوع سے متعلق تمام اہم مباحثت سے قاری کو واقف نہیں کر دیا جاتا بلکہ اب ادارتی صفحہ کے علاوہ دیگر صفحات پر بھی کسی اہم موضوع یا کسی اصطلاح (Term) کی وضاحت کے لئے خصوصی کالم شائع کئے جاتے ہیں اور اسے e-explained کے عنوان سے چھاپا جاتا ہے۔ انڈین اسپریس نے یہ اہم اور خوش آئند سلسلہ شروع کیا ہے۔ اخبار کے تجربہ کار ادارتی عملہ کا کوئی رکن خصوصاً

اس سٹنٹ ایڈیٹر یہ کالم لکھتا ہے اور آخر میں مزید مطالعہ کے لئے مفید کتابوں اور ویب سائٹوں کی بھی نشان دہی کی جاتی ہے۔ اسی طرح صحبت اور تدرستی سے متعلق مضامین کے لئے ہفتہ میں ایک صفحہ مختص کیا جاتا ہے اور اکثر کسی ڈاکٹر یا تغذیہ کے ماہر کے قارئین کے ساتھ سوال و جواب کا کالم بھی شائع کیا جاتا ہے۔ پچھے اخباروں میں نئی کتابوں کے تبصروں پر مشتمل ہفتہ وار خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے، اسی طرح مذہب اور اخلاقی تعلیمات سے متعلق خصوصی کالم بھی اشاعت پذیر ہوتا ہے۔ ٹائمس آف انڈیا میں اس کالم کا عنوان Speaking Tree ہے۔

اس نئے ترسیلی بیانیہ کے امتیازات پر قدرے تفصیلی گفتگو کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس پس منظر میں اردو صحافت علی الخصوص اردو اخبارات کا جائزہ لیا جائے۔ اردو صحافت کی 200 سالہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے منکشف ہو گا کہ اردو صحافت ابتداء ہی سے اطلاع رسائی اور مختلف علوم سے اور نئی سائنسی ایجادات سے قارئین کو واقف کرنے کا فرائضہ انجام دیتی رہی ہے۔ اردو کے اولین صحافیوں مولوی اکرام، منتشر سدا سکھ لال، سید محمد باقر، سید محمد خاں، نول کشور اور سر سید نے صحافت کے جس تصور کی آبیاری کی اس میں واقعات کے سنسنی خیز بیان کے بجائے رونما ہونے والے اہم واقعات اور مختلف میدانوں میں ہونے والی نئی علمی پیش رفت سے قارئین کو واقف کرنا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اردو صحافت نے ابتداء ہی سے غیر ملکی تسلط کے خلاف صدائے احتجاج کو اپنا شعار بنایا تھا اور سید محمد باقر کو اس سلسلے میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑا تھا۔ صادق الاحرار کا طرز عمل بھی کم و بیش یکساں تھا ہم 1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد صورتحال خاصی تبدیل ہوئی۔ سر سید نے 1866ء میں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نکال کر اردو صحافت کو ایک نئے ذائقے سے آشنا کیا اور قارئین کے جذبات کو برائی گھینٹ کرنے کے بجائے ان پیش مسائل کے تینیں معروضی نقطہ نظر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے خبر اور اداریہ میں واضح فرق کی نشان دہی کرتے ہوئے اداریہ کی باقاعدہ اشاعت کا اہتمام کیا۔ سر سید کی روشن پر اردو صحافت کم ہی عمل پیرا ہوئی اور احتجاج کی لے

ہمیشہ تیز رہی ہے۔ جدوجہد آزادی کے دوران اور تقسیم وطن کے بعد بھی اردو صحافت جس نوع کے ترسیلی بیانیہ سے کسب فیض کرتی رہی، اس کی نوعیت بڑی حد تک احتجاجی ہی تھی۔ بابری مسجد کے انهدام کے بعد صورتحال میں نمایاں تبدیلی آئی اور اب اردو صحافت محض احتجاج کو اپنا مقصود نہیں جانتی اور اہم معاصر اخباروں مثلاً سیاست (حیدر آباد)، انقلاب (مبینی، دہلی)، منصف (حیدر آباد)، راشٹریہ سہارا (نئی دہلی) اور اخبار مشرق (کلکتہ) وغیرہ پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب اردو اخبارات اردو، مسلم یونیورسٹی، فرقہ وارانہ فسادات اور مسلم پر سنل لا کو محض مرکز نگاہ نہیں بناتے بلکہ وہ اپنے قارئین کے جملہ تقاضوں پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہیں اور نئے ترسیلی بیانیہ سے جس کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے، خود کو مربوط کرنے کی بھی سعی کرتے ہیں۔ اردو اخبارات میں ملک کے مشہور کالم نگاروں اور سیاسی مبصروں کے سنجیدہ تجزیے شائع ہوتے ہیں اور خبروں کے انتخاب میں بھی محض کسی ایک فرقہ کے مذہبی جذبات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ ”مسلمان کیا کریں“ اردو صحافت کا انتہائی مرغوب سوال رہا ہے تاہم اب اردو اخبار مسلمانوں کے مسائل کو سماج کے دیگر محروم اور حاشیہ پر سانس لینے والے افراد کے مسائل کے تناظر میں پیش کرنے لگے ہیں۔

اردو صحافت علی الخصوص اخبارات نئے ترسیلی بیانیہ کی پاسداری کرنے کے ساتھ بعض خوشنگوار نقطہ ہائے اخراج کی خبر بھی دے رہے ہیں۔ اولاً تو یہ کہ اردو اخبار اب بھی Infotainment یا Page Entertainment World کی خبروں کی Three Journalism اشاعت کے لئے کوئی صفحہ مخصوص نہیں کیا گیا ہے اور نہ celebrities کے ساتھ چیلنج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسی طرح ضعیف الاعتقادی اور اوہام پرستی کے فروغ سے متعلق مواد بہت کم اشاعت پذیر ہوتا ہے۔ ستاروں کی چال یا قسمت کا حال کالم بھی بہت کم اردو اخباروں میں شائع کیا جاتا ہے۔

اردو اخبارات کے انٹرنیٹ ایڈیشن شائع ہونے لگے ہیں اور اردو اخبارات بھی بڑی حد تک Interactive e-learning کا تصور ابھی زیادہ مقبول نہیں ہو سکا ہے اور اس ذریعے سے قارئین کی ذہن سازی کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔

زبان، تصاویر اور دیگر بصری مواد کی اشاعت کی سطح پر اردو اخبار نئے تریسلی بیانیہ سے پوری طرح ہم آہنگ ہے جو اردو اخبارات کے خوش آئند مستقبل کا اشارہ یہ ہے۔
